Part-1

27-08-2016

آثارِ قدیمہ کی تقدیس

مفتی منیب الرحمٰن

اِس عنوان کا خیال مجھے اس لیے آیا کہ حال ہی میں لاہور ہائی کورٹ نے حکومتِ پنجاب کی اورنج ٹرین اسکیم کے مجوّزہ روٹ پر پابندی لگادی اور چوبرجی لاہور کے علاقے سے حکومت نے جو این او سی جاری کیا تھا، اُسے منسوخ کردیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سِول سوسائٹی، جو ہمارے وطنِ عزیز کے اَشرافیہ (Elite Class) کا کلب ہے، نے اِسے آثارِ قدیمہ کی تقدیس کے منافی قرار دیا ہے، یعنی اُن کاجوں کا توں رہنا ضروری ہے، کیونکہ انہیں ماہرینِ آثارِ قدیمہ یا جدید دنیا کی اَقدار کی رُو سے تقدیس کا درجہ حاصل ہے، ایسی ہی اہمیت کی حامل دوسری اہم چیز ماحول (Environment) ہے۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ کے نزدیک اِن چیزوں کو اصل حالت میں قائم رکھنا چاہیے اور اِس کے لیے اقوامِ متحدہ کا ادارہ یونیسکو بھی کام کر رہا ہے۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ کے نزدیک اِن آثار کا باقی رہنا ضروری ہے تاکہ اُس عہد کے لوگوں کے نظام، رہن سہن، تہذیب وتمدّن، زبان ولباس اور دیگر چیزوں کے بارے میں تحقیق کی جاسکے۔ ہمارے ملک میں موہن جودڑو، ہڑپہ اور گندھارا تہذیب کے آثار موجود ہیں۔ مغلیہ دور کی عالی شان عمارات، قلعے، مساجد اور باغات وغیرہ بھی ہیں۔

اسلام بھی ماضی کی فناشدہ امتوں کے آثار واحوال کو اہمیت دیتا ہے، لیکن قرآن اور اسلام کا اندازِ نظر مختلف ہے۔ اسلام اس جہت سے ذی شعور انسانوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے کہ ماضی کی امتوں کے عروج کے اسباب کیا تھے اور جب اُن کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مِٹ گیا تو زوال کے اسباب کیا تھے، تاکہ اُن کے عروج کے اسباب کو اختیار کیا جائے اور زوال کے اسباب سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (1) ’’اور آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں، جن سے لوگ منہ پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں، (یوسف: 105)‘‘۔ (2) ’’کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے، (یوسف: 109)‘‘۔ (3) ’’سو (اے فرعون!) آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، (یونس: 92)‘‘۔ (4) ’’کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے، حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کردے، (فاطر: 44)‘‘۔ (5) ’’اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہم نے تباہ کردیں کہ وہ ظالم تھیں اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کی، سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو فوراً اس سے بھاگنے لگے، (اُن سے کہا گیا:) اب مت بھاگو اور اسی جگہ لوٹو جہاں تمہیں آسودگی عطا کی گئی تھی اور اپنی رہائش گاہوں کی طرف تاکہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے، انہوں نے کہا:

ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے، وہ یہی پکارتے رہے: یہاں تک کہ ہم نے اُن کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کردیا، اُن کی شمعِ حیات گل ہوگئی، (الانبیاء:15-11)''۔ (6)''اور ہم نے اِن (اہلِ مکہ) سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کردی تھیں جن کی گرفت اِن سے بہت سخت تھی، انہوں نے ملکوں کو چھان مارا کہ کہیں جائے پناہ مل جائے، بے شک اس میں ضرور نصیحت ہے اُس کے لیے جو صاحبِ دل ہو یا وہ توجہ سے سنے، (ق:37-36)''۔

مصری فرعونوں کی حنوط شدہ لاشیں آج بھی ذی ہوش انسانوں کے لیے عبرت کا سامان ہے، کاش کہ اہلِ فکر ونظر اور اہلِ عقل وخرد اِن نشانیوں سے عبرت حاصل کریں۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کسی کو مصری فرعونوں کی حنوط شدہ لاشوں کو دیکھنے کا موقع ملے، تو وہ ان کے پاس کھڑے ہوکر اپنے موبائل سے سیلفی بنائے گا، نگاہِ عبرت سے دیکھنا اور عبرت پکڑنا تو بہت دور کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آج کل لوگ اپنے عزیزوں کے جنازے کی مسہری کے پاس کھڑے ہوکر اور قبر میں رکھی ہوئی اُن کی میتوں کی تصویریں بناتے ہیں۔ الغرض جو مقاماتِ عبرت ہیں، انہیں ہم نے تفریحِ طبع کا ذریعہ بنادیا ہے، موت، قبر، احوالِ قبر اور قیامت کا یاد آنا تو بہت دور کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے (ابتدا میں) تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا، مگر اب تم جایا کرو، کیونکہ اس کے سبب دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے، آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں اور آخرت کی یاد آتی ہے اور بے ہودہ کلام نہ کرو، (المستدرک:1393)''۔ اب تو حال یہ ہے کہ عین طواف کے دوران بھی سیلفیاں بنائی جاتی ہیں اور انہیں سوشل میڈیا پر پوسٹ کیا جاتا ہے، سو عبادت تفریح بن گئی اور اُسے تشہیر کا ذریعہ بنایا جانے لگا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو انتہائی حد تک عذاب یافتہ قوموں کے آثار سے نفرت دلائی، اس کا اندازہ اِن احادیثِ مبارکہ سے ہوتا ہے: (1)''حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ تبوک (کے موقع پر) الحِجر کی وادی میں پہنچے، تو آپ نے (صحابہ کو) حکم دیا: ان کے کنویں سے خود بھی پانی نہ پیو اور اپنے جانوروں کو بھی نہ پلاؤ، صحابہ نے عرض کی: (یارسول اللہ!) ہم تو اس کے پانی سے آٹا گوندھ چکے ہیں اور پانی نکال چکے ہیں، تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا: اس گندھے ہوئے آٹے اور پانی کو گرادو، (بخاری:3378)''۔ (2): ''آپ نے گندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ جس کنویں پر صالح علیہ السلام کی اونٹنی آتی تھی، اُس سے پانی نکالو، (صحیح البخاری:3379)''۔ (3)''جب نبی ﷺ (قومِ ثمود کی) وادیٔ حِجر سے گزرے، تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: تم اُن لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آئے جو اُن پر آیا تھا، اگر تمہارا وہاں سے گزر ہو تو روتے ہوئے گزرو، پھر آپ نے اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا اور رفتار تیز کرلی یہاں تک کہ اس وادی سے گزر گئے، (صحیح البخاری:4419)''۔ جب کہ ہمارے ہاں اب ہر سال موہن جو دڑو کے کھنڈرات پر رقص وموسیقی کا جشن منایا جاتا ہے، غور کا مقام ہے کہ کیا ہم موت کو یکسر بھول چکے ہیں؟۔

قرآنِ مجید میں جا بہ جا اس طرح کی آیاتِ عبرت وبصیرت موجود ہیں اور اپنے جرائم کی پاداش میں صفحۂ ہستی سے مٹ جانے والی امتوں کے کھنڈرات غالب کے الفاظ میں اپنے عہد کے غافل لوگوں کو متوجہ کررہے ہیں:

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل　　زنہار! اگر تمہیں ہوسِ نائے ونوش ہے
دیکھو مجھے! جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو　　میری سنو! جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

مفہوم: ''خواہشاتِ نفس کی بساط بچھانے والو! تم پر مَے ونشہ اگر بہت ہی غالب ہے، تب بھی میرا مشورہ ہے کہ رک جاؤ۔ اگر تم نگاہِ عبرت رکھتے ہو تو میرا انجام دیکھو اور اگر تم نصیحت سننے والے کان رکھتے ہو، تو مجھ سے میری داستانِ اَلَم سنو اور غفلت کی زندگی ترک کرکے ہوش وخِرد کی زندگی اختیار کرو''۔

ہاں! حرمت وتقدیس کے حامل کچھ آثار ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں باقی رکھا گیا ہے اور باقی رہنے چاہییں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (1) ''بے شک سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لیے بنایا گیا، وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور تمام جہانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ہے، اس میں (ہدایت کی) واضح نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا، وہ بے خوف ہوگیا، (آل عمران:97)''۔ (2) ''اور (یاد کیجیے!) جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے رجوع کی جگہ اور مقامِ امن بنادیا اور (حکم دیا کہ) مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنادو اور ہم نے ابراہیم واسماعیل کو تاکید فرمائی کہ وہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں، (البقرہ:125)''۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے، (اُن میں سے ایک یہ ہے کہ) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کاش ہم مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں، تو یہ آیت نازل ہوگئی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى''، (بخاری:402)''۔ ایسی ہی آیات واحکام کو ''مُوَافَقَاتِ عُمَر'' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح صفا ومروہ کے درمیان سعی حضرت ہاجَر کی یادگار ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سو جو حج یا عمرہ کرے، تو اس پر ان دونوں کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، (البقرہ:158)''۔

حرمین طیبین میں عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ کے بہت سے آثار مٹا دیے گئے ہیں، جو ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے اہلِ عقیدت کی والہانہ محبت کو مہمیز دیتے تھے، اُن آثار کو دیکھ کر اُس مبارک عہد کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ لیکن اس کے برعکس سلطنتِ آلِ سعود کے بانی ملک عبدالعزیز کی تلوار، خنجر، لباس، الغرض ہر چیز کو ریاض کے عجائب گھر میں یادگار کے طور پر سجا کر رکھا ہوا ہے: ''بہ بیں تفاوت، از کجا تا بہ کجا''۔

مولانا حسن رضا خان نے کہا ہے:

وہاں کے سنگ ریزوں سے حسن کیا لعل کو نسبت　　　وہ اُن کی رہگزر میں ہیں اور یہ پتھر ہیں بدخشاں کے

علامہ اقبال نے کہا:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ　　　سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

زبان وبیان: وزیرِ داخلہ چوہدری نثار علی خاں نے کہا: اردو بولنے والے ''مُحِبِّ وطن ترین'' لوگ ہیں۔ تفضیلِ کُلی کو ظاہر کرنے کے لیے لفظِ ''ترین'' مفرد کی صفت ہوتا ہے، مرکب کی نہیں، جب کہ ''مُحِبِّ وطن'' مرکب کلمہ ہے۔ اس کی بجائے انہیں یہ کہنا چاہیے تھا: ''اردو بولنے والے سب سے زیادہ محب وطن لوگ ہیں''۔

(روزنامہ دنیا، 27 اگست 2016ء)